شیطان جو آدم کی وجہ سے مردود ہوا تھا اور خار کھائے ہوئے تھا اس نے کسی طرح موقعہ پا کر ان کے سامنے قسمیں کھائیں اور اپنے آپ کو خیر خواہ ظاہر کر کے اور مصلحتیں بتا کر حضرت آدم وحواؑ کو اس درخت کے کھانے پر آمادہ کرلیا۔ چنانچہ انہوں نے اس درخت کو کھالیا۔ ان کی اس لغزش کی وجہ سے ان کو زمین پر اترنے کا حکم ملا کہ جاؤ تم بھی زمین پر اتر جاؤ اور وہاں زندگی بسر کرو اور وہاں کی زندگی جنت کی طرح بے غل وغش نہ ہوگی بلکہ آپس کے اختلافات بھی ہونگے، دشمنیاں بھی ہونگی، اس کی وجہ سے زندگی کا لطف پورا نہ ہوگا۔

(۳) قصۂ آدم کے تکرار کی حکمت:۔ قرآن کریم کتاب ہدایت وتربیت ہے کتاب تاریخ نہیں، اس کا انداز ناصحانہ ومربیانہ ہے۔ تاریخانہ نہیں تو جس مقام پر ہدایت کے لئے جتنے واقعہ کی ضرورت تھی اتنا واقعہ ذکر کردیا گیا لہٰذا تکرار نہیں اور تکرار بھی وہ مخل ہوتا ہے جو بعینہ دوبارہ ذکر کیا جائے کہیں بھی بعینہ تکرار نہیں ہر جگہ نیا اسلوب، نیا انداز اور جدت ہے۔

﴿الشق الثانی﴾ ...... لاتقم فیه ابدًا لمسجد اسّس علی التقوی من اوّل یوم احق ان تقوم فیه فیه رجال یحبّون ان یتطهروا والله یحب المطّهّرین ۝ افمن اسّس بنیانه علی تقوی من الله ورضوان خیر ام من اسّس بنیانه علی شفا جرف هار فانهار به فی نار جهنم والله لایهدی القوم الظّلمین.

ترجمی الآیتین الکریمتین، اذکری قصة المسجدین من هم المطهرون.

﴿خلاصۂ سوال﴾ ...... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مسجدین کا قصہ (۳) مطھرون کی وضاحت۔

﴿جواب﴾ ......(۱) **آیات کا ترجمہ:۔** نہ کھڑے ہوں آپ ﷺ کی مسجد میں کبھی بھی۔ البتہ وہ مسجد کہ بنیاد رکھی گئی ہے اس کی پہلے ہی دن سے پرہیزگاری پر وہ زیادہ لائق ہے کہ کھڑا ہو تو اس میں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں اپنے پاک رہنے کو اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔ بھلا وہ شخص کہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضامندی پر وہ بہتر ہے یا وہ شخص کہ بنیاد رکھی اس نے اپنی عمارت کی ایک کھائی کے کنارہ پر جو گرنے کو ہے پھر اس کو لے کر گر پڑا جہنم کی آگ میں اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ظالم لوگوں کو۔

(۲) مسجدین کا قصہ:۔ آنحضرت ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف تشریف لے گئے تو اس وقت مدینہ سے باہر بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں کچھ دن قیام کیا اور پھر مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے اور مدینہ میں پہنچ کر مسجد نبوی تعمیر کی اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں دوران قیام جس جگہ آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے اس جگہ مسجد قباء کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی۔ حضور ﷺ ہر ہفتے وہاں جا کر دو رکعت نفل پڑھتے اور اس مسجد کی بڑی فضیلت بیان کرتے مدینہ میں ابو عامر نامی نصرانی راہب تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس نے حاضرِ خدمت ہو کر اسلام پر اعتراضات کئے۔ حضور ﷺ کے جواب پر اسے اطمینان نہ ہوا اور اس نے کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو وہ مردود ہو کر اپنے عزیز واقارب سے دور ہو کر مرے اور کہا کہ جو لشکر بھی آپ کے مقابلہ میں آئے گا میں اس کی مدد کرونگا۔ چنانچہ غزوہ حنین تک تمام غزوات

www.Bhalli.Info

میں مسلمانوں کے خلاف قتال میں شرکت کی جب ہوازن کا بڑا قبیلہ بھی شکست کھا گیا تو یہ مایوس ہو کر ملک شام بھاگ گیا اور اپنے احباب واقارب سے دور ہو کر ملکِ شام میں ہی مردود ہو کر مرا۔

اسی ابو عامر راہب نے سازش کے تحت منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں کوشش کر رہا ہوں کہ قیصر مدینہ پر چڑھائی کرے اور تمہاری بھی اندرونی طور پر کوئی طاقت ہونی چاہئے جو مسلمانوں پر حملہ کے وقت قیصر کی مدد کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تم مدینہ میں ایک مکان بناؤ اور اسے مسجد ظاہر کرو تا کہ مسلمانوں کو کوئی شبہ نہ ہو اور اس میں اپنے لوگوں کو جمع کرو اور جس قدر ممکن ہو اس میں اسلحہ اور ساز وسامان جمع کرو۔

چنانچہ منافقین نے اس کے مشورہ پر مدینہ طیبہ کے محلہ قباء میں مسجد قباء کے مقابلہ میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو دھوکہ وفریب میں رکھنے کے لئے ارادہ کیا کہ حضور ﷺ سے ایک نماز بھی اس مسجد میں پڑھوا دیں تا کہ سب مسلمان مطمئن ہو جائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہے۔ چنانچہ ان کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ قباء کی موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے ضعیف وبیمار آدمیوں کے لئے وہاں پہنچنا مشکل ہے اور مسجد ویسے بھی پوری بستی کے لئے تنگ ہے تو ہم نے ضعفاء کے لئے ایک دوسری مسجد بنائی ہے آپ ﷺ برکت کے لئے اس میں ایک نماز پڑھ دیں۔

آنحضرت ﷺ اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنگ سے واپسی پر ہم اس میں نماز پڑھیں گے۔ پھر جب غزوہ تبوک سے واپسی ہو رہی تھی تو اس دوران یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں منافقین کی سازش کا ذکر ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سفر سے واپسی پر چند صحابہ کرام کو بھیجا جنہوں نے جا کر اس مسجد کا منہدم کر دیا۔ اس مسجد کو قرآن کریم میں مسجد ضرار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۳) **مطھرون** کی وضاحت:۔ طہارت کے مفہوم میں عموم ہے۔ ظاہری نجاسات وگندگیوں سے پاک ہونا اور باطنی نجاسات معاصی اخلاق رذیلہ وغیرہ سے پاک ہونا دونوں اس میں داخل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظاہری وباطنی نجاسات سے پاک شخص سے محبت رکھتے ہیں اور جملہ صحابہ کرامؓ اس صفت کے ساتھ بدرجۂ اتم متصف ومزین تھے اور بظاہر اس سے مراد قباء کے مسلمان ہیں جو استنجاء کیلئے پانی کا استعمال کرتے تھے، انکی مدح میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں وہی اس سے مراد ہیں۔

«الورقة الثانية فی الحدیث واصوله»

«السوال الاوّل» ۱۴۲۱ھ

«الشق الاوّل»......وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَاتُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَاتَعْصُوْا فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰی مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِی الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ

www.Bhalli.Info

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

﴿الشق الاوّل﴾......واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر اذ يعدون فى السبت اذتأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرعا ويوم لايسبتون لاتأتيهم كذلك نبلوهم بما كانوا يفسقون واذ قالت امّة منهم لم تعظون قومانالله مهلكهم او معذبهم عذابا شديدا قالوا معذرة الى ربكم ولعلهم يتقون۔

آیات مبارکہ کا خوبصورت ترجمہ کیجئے، اصحاب ایلہ کا پورا واقعہ بیان کیجئے، یہ واقعہ کون سے پیغمبر کے زمانہ میں پیش آیا نیز شہر ایلہ کہاں واقع ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) اصحاب ایلہ کا واقعہ (۳) پیغمبر کا نام اور شہر ایلہ کا محلِ وقوع۔

﴿جواب﴾......(۱) **آیات کا ترجمہ:۔** اے محمد ﷺ آپ معلوم کریں ان یہود سے اس بستی کا حال جو دریا کے کنارے آباد تھی، جب وہ حد سے تجاوز کرنے لگے ہفتہ کے حکم میں کہ جب آنے لگیں انکے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا اس دن نہ آتی تھیں اسی طرح ہم نے انکو آزمایا بسبب اس کے جو وہ فسق و نافرمانی کرتے تھے، اور جب کہا ایک فرقہ نے ان میں سے کہ کیوں تم نصیحت کرتے ہو ایسی قوم کو جس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہے عذاب دینا چاہتا ہے تو انہوں نے کہا کہ تمہارے رب کے سامنے عذر بیان کرنے کیلئے اور اس لئے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔

(۲) **اصحاب ایلہ کا واقعہ:۔** اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے شہر "ایلہ" مراد ہے جو بحر قلزم کے کنارے مدین اور طور کے درمیان واقع تھا وہاں کے لوگ دریا کے قرب کی وجہ سے مچھلی کے شکار کی عادت رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے یہود پر ہفتہ کے دن شکار کرنا حرام کیا تھا۔ باشندگان ایلہ کو عدولِ حکم اور نافرمانی کی عادت تھی۔ خدا کی طرف سے سخت آزمائش ہونے لگی کہ ہفتہ کے دن دریا میں مچھلیوں کی بے حد کثرت ہوتی جو سطح دریا کے اوپر تیرتی تھیں، باقی دنوں میں غائب رہتیں۔ اُن لوگوں سے صبر نہ ہو سکا صریح حکم الٰہی کے خلاف حیلے کرنے لگے۔ دریا کا پانی کاٹ لائے، جب ہفتہ کے دن مچھلیاں اُن کے بنائے ہوئے حوض میں آجاتیں تو نکلنے کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے دن اتوار کو جا کر پکڑ لاتے تاکہ ہفتہ کے دن شکار کرنا صادق نہ آئے۔ گویا اس حرکت سے معاذ اللہ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے تھے، آخر دنیا ہی میں اس کی سزا بھگتی کہ مسخ کر کے ذلیل بندر بنا دیئے گئے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حیلہ سازی اور مکاری خدا کے آگے نہیں چلتی۔

(۳) **پیغمبر کا نام اور شہر ایلہ کا محل وقوع:۔** یہ واقعہ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں پیش آیا تھا اور اکثر مفسرین کے نزدیک اس قریہ سے مراد شہر ایلہ ہے جو بحر قلزم کے کنارے مدین اور طور کے درمیان واقع تھا (تفسیر عثمانی)۔

﴿الشق الثانى﴾...... انما الصدقات للفقرآء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفى الرقاب والغارمين وفى سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم۔

www.Bhalli.Info

آیت شریفہ کا دلکش ترجمہ کیجئے، آیت کی اپنے شایان شان تفسیر کیجئے، آیت مذکورہ میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ذکر کیے گئے ہیں، کیا مؤلفۃ القلوب کوزکوٰۃ دینے کا حکم باقی ہے یا منسوخ ہے خصوصاً ائمہ اربعہ کے نزدیک۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امورحل طلب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) مؤلفۃ القلوب کوزکوٰۃ دینے کا حکم۔

﴿جواب﴾......(۱) آیت کا ترجمہ:۔ بے شک زکوٰۃ وصدقات فقراء کا حق ہے اور مساکین، عاملین زکوٰۃ اور مؤلفۃ قلوب کا حق ہے اور (غلاموں کی) گردنیں چھڑانے میں، قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں اور جہاد میں اور مسافروں کی (امداد) میں صرف وخرچ کیا جائے، یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(۲) آیت کی تفسیر:۔ بعض منافقین نے آنحضرت ﷺ پر الزام لگایا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ ﷺ صدقات کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتے اور اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مصارف زکوٰۃ کو بیان فرما کران کی غلط فہمی اور اعتراض کو دور کر دیا کہ مصارف زکوٰۃ وصدقات اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں، پیغمبر اپنی رائے سے کچھ نہیں کرتے، چنانچہ زکوٰۃ وصدقات کے آٹھ مصارف ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) فقراء جن کے پاس کچھ نہ ہو (۲) مساکین جن کو بقدر حاجت میسر وحاصل نہ ہو (۳) عاملین جو اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصدقات کے وصول کرنے پر مامور ہوں (۴) مؤلفۃ قلوب جو اسلام میں کمزور ہوں (۵) رقاب یعنی غلاموں کا بدلِ کتابت ادا کرنا، یا خرید کر آزاد کرنا یا اسیروں کا فدیہ دینا (۶) غارمین جو کسی حادثہ کی وجہ سے مقروض ہو گئے یا کسی ضمان میں دب گئے (۷) مجاہدین فی سبیل اللہ کی مدد واعانت کرنا (۸) ابن السبیل وہ مسافر جو حالت سفر میں نصاب کا مالک نہ ہو۔

یہ آٹھ مصارف ہیں ان کو زکوٰۃ وصدقات دیئے جا سکتے ہیں اور یہ مصارف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر و بیان کردہ ہیں ان میں کمی بیشی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہے۔

(۳) مؤلفۃ القلوب کوزکوٰۃ دینے کا حکم:۔ مؤلفۃ القلوب وہ لوگ ہیں جن کی دلجوئی کے لیے ان کو صدقات سے حصہ دیا جاتا، آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہو گئی اور کفار کے شر سے بچنے کے لیے یا نو مسلموں کو اسلام پر پختہ کرنے کے لئے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی اس لیے ان کا حصہ بھی ختم ہو گیا اسی کو بعض فقہاء نے منسوخ ہونے سے تعبیر کیا ہے؟

بہت سارے حضرات نے فرمایا ہے کہ ان کا حصہ منسوخ نہیں ہے، دورِ صدیقی و دورِ فاروقیؓ میں ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے ان کو ساقط کیا گیا تھا، لہٰذا آئندہ اگر کسی زمانہ میں ایسی ضرورت پیش آجائے تو پھر ان کو صدقات دیئے جا سکتے ہیں الحاصل مؤلفۃ القلوب کا حصہ ائمہ اربعہ کے نزدیک منسوخ نہیں ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ بعض نے ان میں بھی فقر وحاجت کی شرط لگائی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان میں فقر وحاجت کی کوئی شرط نہیں ہے، بہر حال یہ حصہ قائم وباقی ہے منسوخ نہیں ہے۔

www.Bhalli.Info

دونوں آیات کا معنی خیز ترجمہ کیجئے، پہلی آیت کی مختصر اور جامع تفسیر سپرد قلم کیجئے، دوسری آیت میں "لو نشاء لقلنا مثل هذا" میں کس شخص کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں:۔(۱) آیات کا ترجمہ (۲) پہلی آیت کی تفسیر (۳) "مثل هذا" کا مشار الیہ۔

﴿جواب﴾......(۱) آیات کا ترجمہ:۔ اور یاد کرو اس وقت کو جب کافر لوگ آپ ﷺ کے متعلق تدبیر کرتے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں وہ بھی تدبیر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے اور جب کوئی پڑھتا ان پر ہماری آیات تو کہتے کہ تحقیق ہم سن چکے ہیں اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس کی مثل کہہ سکتے ہیں، یہ تو صرف سابقہ لوگوں کے احوال ہیں۔

(۲) پہلی آیت کی تفسیر:۔ ہجرت سے بیشتر کفار مکہ نے دار الندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کے متعلق کیا کیا جائے۔ انہوں نے ساری قوم کو پریشان کر رکھا ہے اور باہر کے کچھ لوگ ان کے دام میں پھنستے جاتے ہیں کہیں رفتہ رفتہ بڑی طاقت اکٹھی نہ کرلیں جس کا مقابلہ دشوار ہو۔ اس وقت رائیں مختلف تھیں، کوئی کہتا تھا قید کیا جائے اور خوب زخمی کئے جائیں، کسی کی رائے تھی کہ انہیں وطن سے نکال دیا جائے تاکہ ہمیں ہر وقت کی پریشانی سے نجات ملے۔ آخر میں ابو جہل کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک ایک جوان منتخب ہو اور وہ سب ملکر آن واحد میں ان پر تلوار کا ہاتھ چھوڑیں تاکہ بنی ہاشم سارے عرب سے لڑائی نہ کر سکیں اور دیت دینی پڑے تو تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے۔ یہاں پر وہ اشقیاء یہ تدبیریں گانٹھ رہے تھے ادھر ان کے توڑ میں خدا کی بہترین اور لطیف تدبیر تھی۔ حضور ﷺ کو فرشتہ نے اطلاع کی کہ آپ ﷺ اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹا کر اسی مجمع کی آنکھوں میں جو آپ ﷺ کے قتل کے لئے جمع ہوا تھا خاک جھونکتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کا اور حضرت علیؓ کا بال بیکا نہ ہوا اور دشمن خائب و خاسر رہے۔ اس سے بتلا دیا کہ جب خدا ساتھی ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور جس طرح اس نے اپنے پیغمبر کو بچالیا، تمہارے گھر بار اور اہل و عیال کی بھی جو مکہ میں ہیں حفاظت کر سکتا ہے،

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔

(۳) "مثل هذا" کا مشار الیہ:۔ یہ قول نضر بن حارث کہا کرتا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی آپ ﷺ کی طرح سابقہ لوگوں کے قصے کہانیوں والی کلام تیار کر سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان اقوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ "فأتو بسورة مثله" کہ اس طرح کی صرف ایک سورۃ ہی لے آؤ مگر "فبهت الذی کفر" سورۃ توبہ آیت ۱۰۲

﴿الشق الثانی﴾...... وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم وعلى الثلثة الذين خلفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجأ من الله الا اليه ثم تاب عليهم ليتوبوا، ان الله هو التواب الرحيم۔

۴ پرچہ نمبر 118

www.Bhalli.Info

دونوں آیات کا مطلب خیز ترجمہ کیجئے، پہلی آیت "**وآخرون اعترفوا بذنوبھم**" میں کون سے صحابہ کرام مراد ہیں اوران کا واقعہ کیا پیش آیا، دوسری آیت "**علی الثلثة الذین خلفوا**" میں کون سے تین صحابہ کرام مراد ہیں اوران کا مختصر سا واقعہ تحریر کیجئے۔

﴿**خلاصۂ سوال**﴾...... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) "**آخرون اعترفوا**" کی مراد اور واقعہ (۳) "**الثلثة الذین خلفوا**" کی مراد و واقعہ۔

﴿**جواب**﴾...... (۱) **آیات کا ترجمہ**:۔ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اپنی خطاء کے معترف ہیں، جنہوں نے ملایا ایک نیک عمل اور دوسرا برا، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کردے ان کو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، اور مہربان ہوا اللہ تعالیٰ ان تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا حتی کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود اور تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ کے علاوہ کہیں پناہ نہیں تو پھر مہربان ہوا ان پر اللہ تعالیٰ تاکہ وہ آئندہ بھی اس کی طرف رجوع کریں بے شک اللہ تعالیٰ انتہائی مہربان رحم والا ہے۔

(۲،۳) "آخرون اعترفوا، الثلثة الذین خلفوا" کی مراد اور واقعہ:۔ ان دونوں آیات میں ایک ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے جو غزوۂ تبوک کے متعلق ہے کہ جب غزوۂ تبوک کا اعلان ہوا تو سب مسلمان اس کے لیے میدان جہاد میں نکلے مگر تین قسم کے لوگ ایسے تھے جو اس میں شریک نہ ہوئے (۱) معذور وضعفاء (۲) منافقین (۳) وہ مسلمان جو بلا عذر سستی کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہوئے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دس مسلمان ایسے تھے جو بلا عذر غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے جب آپ ﷺ تبوک سے لوٹے تو ان دس صحابہؓ میں سے سات نے فوراً ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا اور کہا کہ جب تک ہمیں آپ ﷺ خود نہ کھولیں گے اس وقت تک ہم اسی طرح بندھے رہیں گے، اور آپ ﷺ نے بھی فرمایا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ان کو نہ کھولوں گا کیونکہ ان کا جرم بہت بڑا ہے اس موقعہ پر پہلی آیت کریمہ "**وآخرون اعترفوا الخ**" نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو کھولنے کا حکم دیا اور ان میں سے حضرت ابولبابہؓ نے فرمایا کہ مجھے جب تک خود آپ ﷺ نے کھولیں گے میں اسی طرح بندھا رہوں گا، چنانچہ صبح کی نماز کے وقت آپ ﷺ نے خود ان کو کھولا ان دس صحابہ کرامؓ میں سے تین صحابہ (حضرت کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہؓ) ایسے تھے جنہوں نے خود کو ستونوں کے ساتھ نہ باندھا، ان تین صحابہ کرامؓ کے متعلق آپ ﷺ نے تمام صحابہ کو قطع کلامی کا حکم دیا کہ کوئی ان سے سلام وکلام نہ کرے چالیس دن تک قطع کلامی کا حکم رہا اس کے بعد حکم ہوا کہ اپنی بیویوں سے بھی علیحدہ ہوجاؤ جب تک کہ تمہارے بارے میں خدائی فیصلہ نازل نہ ہوجائے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اسی دوران پریشانی کی وجہ سے دوسرے دونوں صحابہ تو شکستہ دل ہو کر اپنے گھروں میں ہی بیٹھ گئے اور دن رات روتے تھے اور میں جوان آدمی تھا میں شرمندگی کے باوجود باہر نکلتا، چلتا پھرتا حتی کہ نماز بھی

www.Bhatti.Info

ﷺ کے پیچھے پڑھتا اور آپ ﷺ کی مجلس میں بھی شریک ہوتا، میں یہ سب کچھ کرتا مگر کوئی صحابی حتی کہ خود آپ ﷺ بھی نہ مجھ سے کلام کرتے اور نہ سلام کا جواب دیتے، بالآخر جب ہمارا امتحان و آزمائش انتہاء کو پہنچ چکی تھی اور ہماری جان و زمین وسعت کے باوجود ہمارے اوپر تنگ ہوگئی تو پچاس راتوں کے بعد ہماری توبہ قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "وعلى الثلثة الذين خلفوا الخ"۔

مفسرین نے اس توبہ کی تاخیر میں لکھا ہے کہ شاید پچاس دن تک قطع کلامی وغیرہ میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ غزوہ تبوک میں آپ ﷺ کے پچاس دن صرف ہوئے تھے اور ان صحابہ کرامؓ کی عدم شرکت کی وجہ سے ان کو پچاس دن کی سزا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

الغرض پہلی آیت کریمہ سے مراد وہ سات صحابہ کرامؓ ہیں جن کی توبہ ستونوں کے ساتھ خود کو باندھنے کی وجہ سے فوراً قبول ہوگئی اور دوسری آیت میں "ثلاثة" سے مراد یہ تین صحابہ کرامؓ ہیں جن کی توبہ پچاس دن کے بعد قبول ہوئی۔

﴿الورقة الثانية فی الحديث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

﴿الشق الاوّل﴾...... وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مُطَّلَعٌ۔

حدیث پر اعراب لگا کر بامحاورہ ترجمہ کیجئے۔ سبعہ اُحرف کی مراد میں علماء امت کے اقوال ذکر کیجئے۔ "لکل آية منها ظهر وبطن" کی کما حقہ تشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾......اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) سبعہ احرف کی مراد (۴) مذکورہ جملہ کی تشریح۔

﴿جواب﴾...... (۱، تا ۴) حدیث پر اعراب، ترجمہ، سبعہ احرف کی مراد اور جملہ کی تشریح:۔

کما مر فی الورقة الثانية الشق الثانی من السوال الاوّل ۱۴۲۳ھ۔

﴿الشق الثانی﴾...... وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔

حدیث پر اعراب لگا کر معنی خیز ترجمہ کیجئے، حضرت ابوھریرہؓ کی روایت میں تین علامتوں کا ذکر ہے اور یہاں چار کا ذکر ہے اس تعارض کا قابل اطمینان جواب دیجئے، کیا علامات نفاق کے پائے جانے سے مسلمان حقیقی منافق ہوجائے گا جب کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا اس اشکال کے تسلی بخش جوابات دیجئے۔

www.Bhalli.Info